

کبھی کسی کو مکمل جہاں نہیں ملتا
 کہیں زمین کہیں آسماں نہیں ملتا
 تمام شہر میں ایسا نہیں خلوص نہ ہو
 جہاں امید ہو اس کی وہاں نہیں ملتا
 کہاں چراغ جلاتیں کہاں گلاب رکھیں
 چھتیں تو ملتی ہیں لیکن مکاں نہیں ملتا
 یہ کیا عذاب ہے سب اپنے آپ میں گم ہیں
 زباں ملی ہے مگر ہم زباں نہیں ملتا
 چراغ جلتے ہی بینائی بجھنے لگتی ہے
 خود اپنے گھر میں ہی گھر کا نشان نہیں ملتا
 سفر میں دھوپ تو ہوگی جو چل سکو تو چلو
 سبھی ہیں بھیڑ میں تم بھی نکل سکو تو چلو
 کسی کے واسطے راہیں کہاں بدلتی ہیں
 تم اپنے آپ کو خود ہی بدل سکو تو چلو
 یہاں کسی کو کوئی راستہ نہیں دیتا
 مجھے گرا کے اگر تم سنبھل سکو تو چلو
 کہیں نہیں کوئی سورج دھواں دھواں ہے فضا
 خود اپنے آپ سے باہر نکل سکو تو چلو
 یہی ہے زندگی کچھ خواب چند امیدیں
 انہیں کھلونوں سے تم بھی بہل سکو تو چلو
 ہے نام سا یہ درد ٹھہر کیوں نہیں جاتا
 جو بیت گیا ہے وہ گزر کیوں نہیں جاتا
 سب کچھ تو ہے کیا ڈھونڈھتی رہتی ہیں نگاہیں
 کیا بات ہے میں وقت ہے گھر کیوں نہیں جاتا
 وہ ایک ہی چہرہ تو نہیں سارے جہاں میں
 جو دور ہے وہ دل سے اتر کیوں نہیں جاتا
 میں اپنی ہی الجھی ہوئی راہوں کا تماشہ
 جاتے ہیں جدھر سب میں ادھر کیوں نہیں جاتا
 وہ خواب جو برسوں سے نہ چہرہ نہ بدن ہے
 وہ خواب ہواؤں میں بکھر کیوں نہیں جاتا
 بوش والوں کو خبر کیا ہے خودی کیا چیز ہے
 عشق کیجے پھر سمجھنے زندگی کیا چیز ہے
 ان سے نظریں کیا ملیں روشن فضاںیں ہو گئیں
 آج جانا پیار کی جادوگری کیا چیز ہے
 بکھری زلفوں نے سکھائی موسموں کو شاعری
 جھکتی آنکھوں نے بتایا مے کشی کیا چیز ہے
 ہم لبوں سے کہہ نہ پائے ان سے حال دل کبھی
 اور وہ سمجھے نہیں ہم خاموشی کیا چیز ہے
 اپنی مرضی سے کہاں اپنے سفر کے ہم ہیں
 رخ ہواؤں کا جدھر کا ہے ادھر کے ہم ہیں
 پہلے ہر چیز تھی اپنی مگر اب لگتا ہے
 اپنے ہی گھر میں کسی دوسرے گھر کے ہم ہیں
 وقت کے ساتھ ہے مٹی کا سفر صدیوں سے
 کس کو معلوم کہاں کے ہیں کدھر کے ہم ہیں
 چلتے رہتے ہیں کہ چلنا ہے مسافر کا نصیب
 سوچتے رہتے ہیں کس راہ گزر کے ہم ہیں
 ہم وہاں ہیں جہاں کچھ بھی نہیں رستہ نہ دیار
 اپنے ہی کھوئے ہوئے شام و سحر کے ہم ہیں
 گنتیوں میں ہی گنے جاتے ہیں ہر دور میں ہم
 ہر قلم کار کی ہے نام خبر کے ہم ہیں

دھوپ میں نکلے گھٹاؤں میں نہا کر دیکھو
 زندگی کیا ہے کتابوں کو بٹا کر دیکھو
 صرف آنکھوں سے ہی دنیا نہیں دیکھی جاتی
 دل کی دھڑکن کو بھی بینائی بنا کر دیکھو
 پتھروں میں بھی زباں ہوتی ہے دل ہوتے ہیں
 اپنے گھر کے در و دیوار سجا کر دیکھو
 وہ ستارہ ہے چمکنے دو یوں ہی آنکھوں میں
 کیا ضروری ہے اسے جسم بنا کر دیکھو
 فاصلہ نظروں کا دھوکہ بھی تو ہو سکتا ہے
 وہ ملے یا نہ ملے ہاتھ بڑھا کر دیکھو
 دریا ہو یا پہاڑ ہو ٹکرانا چاہئے
 جب تک نہ سانس ٹوٹے جیسے جانا چاہئے
 یوں تو قدم قدم پہ ہے دیوار سامنے
 کوئی نہ ہو تو خود سے الجھ جانا چاہئے
 جھکتی ہوئی نظر ہو کہ سمٹا ہوا بدن
 برس بھری گھٹا کو برس جانا چاہئے
 چورائے باغ بلڈنگیں سب شہر تو نہیں
 کچھ ایسے ویسے لوگوں سے یارانا چاہئے
 اپنی تلاش اپنی نظر اپنا تجربہ
 رستم ہو چاہے صاف بھٹک جانا چاہئے
 چپ چاپ مکان راستے گم سم نڈھال وقت
 اس شہر کے لیے کوئی دیوانا چاہئے
 بجلی کا ققمم نہ ہو کالا دھواں تو ہو
 یہ بھی اگر نہیں ہو تو بجھ جانا چاہئے
 اب خوشی ہے نہ کوئی درد رلانے والا
 ہم نے اپنا لیا ہر رنگ زمانے والا
 ایک ہے چہرہ سی امید ہے چہرہ چہرہ
 جس طرف دیکھیے اُنے کو ہے اُنے والا
 اس کو رخصت تو کیا تھا مجھے معلوم نہ تھا
 سارا گھر لے گیا گھر چھوڑ کے جانے والا
 دور کے چاند کو ڈھونڈو نہ کسی آنچل میں
 یہ اجالا نہیں آنگن میں سمانے والا
 اک مسافر کے سفر جیسی ہے سب کی دنیا
 کوئی جلدی میں کوئی دیر سے جانے والا
 اس کے دشمن ہیں بہت آدمی اچھا ہوگا
 وہ بھی میری ہی طرح شہر میں تنہا ہوگا
 اتنا سچ بول کہ ہونٹوں کا تبسم نہ بجھے
 روشنی ختم نہ کر آگے اندھیرا ہوگا
 پیاس جس نہر سے ٹکرانی وہ بنجر نکلی
 جس کو پیچھے کہیں چھوڑ آئے وہ دریا ہوگا
 مرے بارے میں کوئی رائے تو ہوگی اس کی
 اس نے مجھ کو بھی کبھی توڑ کے دیکھا ہوگا
 ایک محفل میں کئی محفلیں ہوتی ہیں شریک
 جس کو بھی پاس سے دیکھو گے اکیلا ہوگا
 دنیا جسے کہتے ہیں جادو کا کھلونا ہے
 مل جائے تو مٹی ہے کھو جائے تو سونا ہے
 اچھا سا کوئی موسم تنہا سا کوئی عالم
 ہر وقت کا رونا تو ہے کار کا رونا ہے
 برسات کا بادل تو دیوانہ ہے کیا جانے
 کس راہ سے بچنا ہے کس چھت کو بھگونا ہے

یہ وقت جو تیرا ہے یہ وقت جو میرا ہے
 ہر گام پہ پہرا ہے پھر بھی اسے کھونا ہے
 غم ہو کہ خوشی دونوں کچھ دور کے ساتھی ہیں
 پھر رستہ ہی رستہ ہے ہنسنا ہے نہ رونا ہے
 آوارہ مزاجی نے پھیلا دیا آنکھ کو
 آکاش کی چادر ہے دھرتی کا بچھونا ہے
 اپنا غم لے کے کہیں اور نہ جایا جائے
 گھر میں بکھری ہوئی چیزوں کو سجایا جائے
 جن چراغوں کو ہواؤں کا کوئی خوف نہیں
 ان چراغوں کو ہواؤں سے بجایا جائے
 خود کشی کرنے کی ہمت نہیں ہوتی سب میں
 اور کچھ دن ابھی اوروں کو ستایا جائے
 باغ میں جانے کے آداب ہوا کرتے ہیں
 کسی تتلی کو نہ پھولوں سے اڑایا جائے
 کیا ہوا شہر کو کچھ بھی تو دکھائی دے کہیں
 یوں کیا جائے کبھی خود کو رلایا جائے
 گھر سے مسجد ہے بہت دور چلو یوں کر لیں
 کسی روتے ہوئے بچے کو ہنسایا جائے
 تنہا تنہا دکھ جھیلیں گے محفل محفل گائیں گے
 جب تک آنسو پاس رہیں گے تب تک گیت سنائیں گے
 تم جو سوچو وہ تم جانو ہم تو اپنی کہتے ہیں
 دیر نہ کرنا گھر آنے میں ورنہ گھر کھو جائیں گے
 بچوں کے چھوٹے ہاتھوں کو چاند ستارے چھونے دو
 چار کتابیں پڑھ کر یہ بھی ہم جیسے ہو جائیں گے
 اچھی صورت والے سارے پتھر دل ہوں ممکن ہے
 ہم تو اس دن رائے دیں گے جس دن دھوکا کھائیں گے
 کن راہوں سے سفر ہے آساں کون سا رستہ مشکل ہے
 ہم بھی جب تھک کر بیٹھیں گے اوروں کو سمجھائیں گے
 جب سے قریب ہو کے چلے زندگی سے ہم
 خود اپنے آنے کو لگے اجنبی سے ہم
 کچھ دور چل کے راستے سب ایک سے لگے
 ملنے گئے کسی سے مل آئے کسی سے ہم
 اچھے برے کے فرق نے بستی اجاڑ دی
 مجبور ہو کے ملنے لگے ہر کسی سے ہم
 شائستہ محفلوں کی فضاؤں میں زہر تھا
 زندہ بچے ہیں ذہن کی آوارگی سے ہم
 اچھی بھلی تھی دنیا گزارے کے واسطے
 الجھے ہوئے ہیں اپنی ہی خود آگہی سے ہم
 جنگل میں دور تک کوئی دشمن نہ کوئی دوست
 مانوس ہو چلے ہیں مگر ہمینی سے ہم
 کچھ بھی بچا نہ کہنے کو ہر بات ہو گئی
 او کہیں شراب پئیں رات ہو گئی
 پھر یوں ہوا کہ وقت کا پانسہ پلٹ گیا
 امید جیت کی تھی مگر مات ہو گئی
 سورج کو چونچ میں لیے مرغا کھڑا رہا
 کھڑکی کے پردے کھینچ دیے رات ہو گئی
 وہ آدمی تھا کتنا بھلا کتنا پر خلوص
 اس سے بھی آج لیجے ملاقات ہو گئی
 رستے میں وہ ملا تھا میں بچ کر گزر گیا
 اس کی پھٹی قمیص مرے ساتھ ہو گئی

نقشہ اٹھا کے کوئی نیا شہر ڈھونڈیے
 اس شہر میں تو سب سے ملاقات ہو گئی
 بیسن کی سوندھی روٹی پر کھٹی چٹنی جیسی ماں
 یاد آتی ہے چوکا باسن چمٹا پھکنی جیسی ماں
 بانس کی کھری کھاٹ کے اوپر ہر آہٹ پر کان دھرے
 ادھی سوئی ادھی جاگی تھکی دوپہری جیسی ماں
 چڑیوں کی چہکار میں گونجے رادھا موہن علی علی
 مرغے کی آواز سے بجتی گھر کی کنڈی جیسی ماں
 بیوی بیٹی بہن پڑوسن تھوڑی تھوڑی سی سب میں
 دن بھر اک رسی کے اوپر چلتی نٹنی جیسی ماں
 بانٹ کے اپنا چہرہ ماتھا آنکھیں جانے کہاں گئی
 پھلے پرانے اک البم میں چنچل لڑکی جیسی ماں
 دل میں نہ ہو جرات تو محبت نہیں ملتی
 خیرات میں اتنی بڑی دولت نہیں ملتی
 کچھ لوگ یوں ہی شہر میں ہم سے بھی خفا ہیں
 ہر ایک سے اپنی بھی طبیعت نہیں ملتی
 دیکھا ہے جسے میں نے کوئی اور تھا شاید
 وہ کون تھا جس سے تری صورت نہیں ملتی
 بنستے ہوئے چہروں سے بے بازار کی زینت
 رونے کی یہاں ویسے بھی فرصت نہیں ملتی
 نکلا کرو یہ شمع لیے گھر سے بھی باہر
 کمرے میں سجانے کو مصیبت نہیں ملتی
 جو ہو اک بار وہ ہر بار ہو ایسا نہیں ہوتا
 ہمیشہ ایک ہی سے پیار ہو ایسا نہیں ہوتا
 ہر اک کشتی کا اپنا تجربہ ہوتا ہے دریا میں
 سفر میں روز ہی منجھار ہو ایسا نہیں ہوتا
 کہانی میں تو کرداروں کو جو چاہے بنا دیجے
 حقیقت بھی کہانی کار ہو ایسا نہیں ہوتا
 کہیں تو کوئی ہوگا جس کو اپنی بھی ضرورت ہو
 ہر اک بازی میں دل کی بار ہو ایسا نہیں ہوتا
 سکھا دیتی ہیں چلنا ٹھوکریں بھی راہگیروں کو
 کوئی رستہ سدا دشوار ہو ایسا نہیں ہوتا
 نزدیکوں میں دور کا منظر تلاش کر
 جو ہاتھ میں نہیں ہے وہ پتھر تلاش کر
 سورج کے ارد گرد بھٹکنے سے فائدہ
 دریا ہوا ہے گم تو سمندر تلاش کر
 تاریخ میں محل بھی ہے حاکم بھی تخت بھی
 گمنام جو ہوئے ہیں وہ لشکر تلاش کر
 رہتا نہیں ہے کچھ بھی یہاں ایک سا سدا
 دروازہ گھر کا کھول کے پھر گھر تلاش کر
 کوشش بھی کر امید بھی رکھ راستہ بھی چن
 پھر اس کے بعد تھوڑا مقدر تلاش کر
 آج ذرا فرصت پائی تھی آج اسے پھر یاد کیا
 بند گلی کے آخری گھر کو کھول کے پھر آباد کیا
 کھول کے کھڑکی چاند بنسا پھر چاند نے دونوں ہاتھوں سے
 رنگ اڑانے پھول کھلانے چڑیوں کو آزاد کیا
 بڑے بڑے غم کھڑے ہوئے تھے رستہ روکے راہوں میں
 چھوٹی چھوٹی خوشیوں سے ہی ہم نے دل کو شاد کیا
 بات بہت معمولی سی تھی الجھ گئی تکراروں میں
 ایک ذرا سی ضد نے آخر دونوں کو برباد کیا

داناؤں کی بات نہ مانی کام آئی نادانی ہی
 سنا ہوا کو پڑھا ندی کو موسم کو استاد کیا
 ہر طرف ہر جگہ بے شمار آدمی
 پھر بھی تنہائیوں کا شکار آدمی
 صبح سے شام تک بوجھ ڈھوتا ہوا
 اپنی ہی لاش کا خود مزار آدمی
 ہر طرف بھاگتے دوڑتے راستے
 ہر طرف آدمی کا شکار آدمی
 روز جیتا ہوا روز مرتا ہوا
 ہر نئے دن نیا انتظار آدمی
 گھر کی دہلیز سے گیموں کے کھیت تک
 چلتا پھرتا کوئی کاروبار آدمی
 زندگی کا مقدر سفر در سفر
 آخری سانس تک بے قرار آدمی
 منہ کی بات سننے پر کوئی دل کے درد کو جانے کون
 آوازوں کے بازاروں میں خاموشی پہچانے کون
 صدیوں صدیوں وہی تماشہ رستم رستم لمبی کھوج
 لیکن جب ہم مل جاتے ہیں کھو جاتا ہے جانے کون
 وہ میری پرچھائیں ہے یا میں اس کا آئینہ ہوں
 میرے ہی گھر میں رہتا ہے مجھ جیسا ہی جانے کون
 جانے کیا کیا بول رہا تھا سرحد پیار کتابیں خون
 کل میری نیندوں میں چھپ کر جاگ رہا تھا جانے کون
 کرن کرن الساتا سورج پلک پلک کھلتی نیندیں
 دھیمے دھیمے بکھر رہا ہے ذرہ ذرہ جانے کون
 دو چار گام راہ کو ہموار دیکھنا
 پھر ہر قدم پہ اک نئی دیوار دیکھنا
 آنکھوں کی روشنی سے ہے ہر سنگ آئینہ
 ہر آنہ میں خود کو گنہ گار دیکھنا
 ہر آدمی میں ہوتے ہیں دس بیس آدمی
 جس کو بھی دیکھنا ہو کئی بار دیکھنا
 میدان کی بار جیت تو قسمت کی بات ہے
 ٹوٹی ہے کس کے ہاتھ میں تلوار دیکھنا
 دریا کے اس کنارے ستارے بھی پھول بھی
 دریا چڑھا ہوا ہو تو اس پار دیکھنا
 اچھی نہیں ہے شہر کے رستوں سے دوستی
 آنکھ میں پھیل جائے نہ بازار دیکھنا
 ہر ایک بات کو چپ چاپ کیوں سنا جائے
 کبھی تو حوصلہ کر کے نہیں کہا جائے
 تمہارا گھر بھی اسی شہر کے حصار میں ہے
 لگی ہے آگ کہاں کیوں پتہ کیا جائے
 جدا ہے ہیر سے رانجھا کئی زمانوں سے
 نئے سرے سے کہانی کو پھر لکھا جائے
 کہا گیا ہے ستاروں کو چھونا مشکل ہے
 یہ کتنا سچ ہے کبھی تجربہ کیا جائے
 کتابیں یوں تو بہت سی ہیں میرے بارے میں
 کبھی اکیلے میں خود کو بھی پڑھ لیا جائے
 گھر سے نکلے تو ہو سوچا بھی کدھر جاؤ گے
 ہر طرف تیز ہوائیں ہیں بکھر جاؤ گے
 اتنا آساں نہیں لفظوں پہ بھروسا کرنا
 گھر کی دہلیز پکارے گی جدھر جاؤ گے

شام ہوتے ہی سمٹ جائیں گے سارے رستے
 بہتے دریا سے جہاں ہو گے ٹھہر جاؤ گے
 ہر نئے شہر میں کچھ راتیں کڑی ہوتی ہیں
 چھت سے دیواریں جدا ہوں گی تو ڈر جاؤ گے
 پہلے ہر چیز نظر آئے گی بے معنی سی
 اور پھر اپنی ہی نظروں سے اتر جاؤ گے
 ہر ایک گھر میں دیا بھی جلے اناج بھی ہو
 اگر نہ ہو کہیں ایسا تو احتجاج بھی ہو
 رہے گی وعدوں میں کب تک اسیر خوشحالی
 ہر ایک بار ہی کل کیوں کہی تو آج بھی ہو
 نہ کرتے شور شرابہ تو اور کیا کرتے
 تمہارے شہر میں کچھ اور کام کاج بھی ہو
 حکومتوں کو بدلنا تو کچھ محال نہیں
 حکومتیں جو بدلتا ہے وہ سماج بھی ہو
 بدل رہے ہیں کئی آدمی درندوں میں
 مرض پرانا ہے اس کا نیا علاج بھی ہو
 اکیلے غم سے نئی شاعری نہیں ہوتی
 زبان میر میں غالب کا امتزاج بھی ہو
 یہ کیسی کشمکش ہے زندگی میں
 کسی کو ڈھونڈتے ہیں ہم کسی میں
 جو کھو جاتا ہے مل کر زندگی میں
 غزل ہے نام اس کا شاعری میں
 نکل آتے ہیں آنسو ہنستے ہنستے
 یہ کس غم کی کسک ہے ہر خوشی میں
 کہیں چہرہ کہیں آنکھیں کہیں لب
 ہمیشہ ایک ملتا ہے کئی میں
 چمکتی ہے اندھیروں میں خموشی
 ستارے ٹوٹتے ہیں رات ہی میں
 سلگتی ریت میں پانی کہاں تھا
 کوئی بادل چھپا تھا تشنگی میں
 بہت مشکل ہے بنجارہ مجازی
 سلیقہ چاہیے آوارگی میں
 کبھی کبھی یوں بھی ہم نے اپنے جی کو بہلایا ہے
 جن باتوں کو خود نہیں سمجھے اوروں کو سمجھایا ہے
 ہم سے پوچھو عزت والوں کی عزت کا حال کبھی
 ہم نے بھی اک شہر میں رہ کر تھوڑا نام کمایا ہے
 اس کو بھولے برسوں گزرے لیکن آج نہ جانے کیوں
 انگن میں ہنستے بچوں کو بے کارن دھمکایا ہے
 اس بستی سے چھٹ کر یوں تو ہر چہرہ کو یاد کیا
 جس سے تھوڑی سی ان بن تھی وہ اکثر یاد آیا ہے
 کوئی ملا تو ہاتھ ملایا کہیں گئے تو باتیں کیں
 گھر سے باہر جب بھی نکلے دن بھر بوجھ اٹھایا ہے
 ہر گھڑی خود سے الجھنا ہے مقدر میرا
 میں ہی کشتی ہوں مجھی میں ہے سمندر میرا
 کس سے پوچھوں کہ کہاں گم ہوں کئی برسوں سے
 ہر جگہ ڈھونڈتا پھرتا ہے مجھے گھر میرا
 ایک سے ہو گئے موسموں کے چہرے سارے
 میری آنکھوں سے کہیں کھو گیا منظر میرا
 مدتیں بیت گئیں خواب سہانا دیکھے
 جاگتا رہتا ہے ہر نیند میں بستر میرا

اُنہ دیکھ کے نکلا تھا میں گھر سے باہر
 آج تک ہاتھ میں محفوظ ہے ہتھر میرا
 کوشش کے باوجود یہ الزام رہ گیا
 ہر کام میں ہمیشہ کوئی کام رہ گیا
 چھوٹی تھی عمر اور فسانہ طویل تھا
 آغاز ہی لکھا گیا انجام رہ گیا
 اٹھ اٹھ کے مسجدوں سے نمازی چلے گئے
 دبشت گروں کے ہاتھ میں اسلام رہ گیا
 اس کا قصور یہ تھا بہت سوچتا تھا وہ
 وہ کامیاب ہو کے بھی ناکام رہ گیا
 اب کیا بتائیں کون تھا کیا تھا وہ ایک شخص
 گنتی کے چار حرفوں کا جو نام رہ گیا
 گرجا میں مندروں میں اذانوں میں بٹ گیا
 بوتے ہی صبح آدمی خانوں میں بٹ گیا
 اک عشق نام کا جو پرندہ خلا میں تھا
 اترا جو شہر میں تو دکانوں میں بٹ گیا
 پہلے تلاش کھیت پھر دریا کی کھوج کی
 باقی کا وقت گیہوں کے دانوں میں بٹ گیا
 جب تک تھا آسمان میں سورج سبھی کا تھا
 پھر یوں ہوا وہ چند مکانوں میں بٹ گیا
 ہیں تاک میں شکاری نشانہ ہیں بستیاں
 عالم تمام چند مچانوں میں بٹ گیا
 خبروں نے کی مصوری خبریں غزل بنیں
 زندہ لہو تو تیر کمانوں میں بٹ گیا
 گرج برس پیاسی دھرتی پر پھر پانی دے مولا
 چڑیوں کو دانے بچوں کو کڑ دھانی دے مولا
 دو اور دو کا جوڑ ہمیشہ چار کہاں ہوتا ہے
 سوچ سمجھ والوں کو تھوڑی نادانی دے مولا
 پھر روشن کر زبر کا پیالہ چمکا نئی صلیبیں
 جھوٹوں کی دنیا میں سچ کو تابانی دے مولا
 پھر مورت سے باہر آ کر چاروں اور بکھر جا
 پھر مندر کو کوئی میرا دیوانی دے مولا
 تیرے بوتے کوئی کس کی جان کا دشمن کیوں ہو
 جینے والوں کو مرنے کی آسانی دے مولا
 انسان میں حیوان یہاں بھی ہے وہاں بھی
 اللہ نگہبان یہاں بھی ہے وہاں بھی
 خوں خوار درندوں کے فقط نام الگ ہیں
 ہر شہر بیابان یہاں بھی ہے وہاں بھی
 بندو بھی سکوں سے ہے مسلمان بھی سکوں سے
 انسان پریشان یہاں بھی ہے وہاں بھی
 رحمان کی رحمت ہو کہ بھگوان کی مورت
 ہر کھیل کا میدان یہاں بھی ہے وہاں بھی
 اٹھتا ہے دل و جاں سے دھواں دونوں طرف ہی
 یہ میر کا دیوان یہاں بھی ہے وہاں بھی
 دن سلیقے سے اگا رات ٹھکانے سے رہی
 دوستی اپنی بھی کچھ روز زمانے سے رہی
 چند لمحوں کو ہی بنتی ہیں مصور آنکھیں
 زندگی روز تو تصویر بنانے سے رہی
 اس اندھیرے میں تو ٹھوکر ہی اجالا دے گی
 رات جنگل میں کوئی شمع جلانے سے رہی

فاصلہ چاند بنا دیتا ہے ہر پتھر کو
 دور کی روشنی نزدیک تو آنے سے رہی
 شہر میں سب کو کہاں ملتی ہے رونے کی جگہ
 اپنی عزت بھی یہاں ہنسنے ہنسانے سے رہی
 آنی جانی ہر محبت ہے چلو یوں ہی سہی
 جب تلک ہے خوبصورت ہے چلو یوں ہی سہی
 ہم کہاں کے دیوتا ہیں ہے وفا وہ ہیں تو کیا
 گھر میں کوئی گھر کی زینت ہے چلو یوں ہی سہی
 وہ نہیں تو کوئی تو ہوگا کہیں اس کی طرح
 جسم میں جب تک حرارت ہے چلو یوں ہی سہی
 میلے ہو جاتے ہیں رشتے بھی لباسوں کی طرح
 دوستی ہر دن کی محنت ہے چلو یوں ہی سہی
 بھول تھی اپنی فرشتہ آدمی میں ڈھونڈنا
 آدمی میں آدمیت ہے چلو یوں ہی سہی
 جیسی ہونی چاہئے تھی ویسی تو دنیا نہیں
 دنیا داری بھی ضرورت ہے چلو یوں ہی سہی
 مٹھی بھر لوگوں کے ہاتھوں میں لاکھوں کی تقدیریں ہیں
 جدا جدا ہیں دھرم علاقے ایک سی لیکن زنجیریں ہیں
 آج اور کل کی بات نہیں ہے صدیوں کی تاریخ یہی ہے
 ہر انگن میں خواب ہیں لیکن چند گھروں میں تعبیریں ہیں
 جب بھی کوئی تخت سجا ہے میرا تیرا خون بہا ہے
 درباروں کی شان و شوکت میدانوں کی شمشیریں ہیں
 ہر جنگل کی ایک کہانی وہ ہی بھیٹ وپی قربانی
 گونگی بھری ساری بھیڑیں چرواہوں کی جاگیریں ہیں
 کوئی ہندو کوئی مسلم کوئی عیسائی ہے
 سب نے انسان نہ بننے کی قسم کھانی ہے
 اتنی خوں خار نہ تھیں پہلے عبادت گاہیں
 یہ عقیدے ہیں کہ انسان کی تنہائی ہے
 تین چوتھائی سے زائد ہیں جو آبادی میں
 ان کے ہی واسطے ہر بھوک ہے مہنگائی ہے
 دیکھے کب تلک باقی رہے سچ دھج اس کی
 آج جس چہرہ سے تصویر اٹروائی ہے
 اب نظر آتا نہیں کچھ بھی دکانوں کے سوا
 اب نہ بادل ہیں نہ چڑیاں ہیں نہ پروانی ہے
 نہ جانے کون سا منظر نظر میں رہتا ہے
 تمام عمر مسافر سفر میں رہتا ہے
 لڑائی دیکھے ہوئے دشمنوں سے ممکن ہے
 مگر وہ خوف جو دیوار و در میں رہتا ہے
 خدا تو مالک و مختار ہے کہیں بھی رہے
 کبھی بشر میں کبھی جانور میں رہتا ہے
 عجیب دور ہے یہ طے شدہ نہیں کچھ بھی
 نہ چاند شب میں نہ سورج سحر میں رہتا ہے
 جو ملنا چاہو تو مجھ سے ملو کہیں باہر
 وہ کوئی اور ہے جو میرے گھر میں رہتا ہے
 بدلنا چاہو تو دنیا بدل بھی سکتی ہے
 عجب فتور سا ہر وقت سر میں رہتا ہے
 یقین چاند پہ سورج میں اعتبار بھی رکھ
 مگر نگاہ میں تھوڑا سا انتظار بھی رکھ
 خدا کے ہاتھ میں مت سوئپ سارے کاموں کو
 بدلتے وقت پہ کچھ اپنا اختیار بھی رکھ

یہ ہی لہو ہے شہادت یہ ہی لہو پانی
خزاں نصیب سہی ذہن میں بہار بھی رکھ
گھروں کے طاقوں میں گلدستے یوں نہیں سجتے
جہاں ہیں پھول وہیں آس پاس خار بھی رکھ
پھاڑ گونجیں ندی گائے یہ ضروری ہے
سفر کہیں کا ہو دل میں کسی کا پیار بھی رکھ
کچھ طبیعت ہی ملی تھی ایسی چین سے جینے کی صورت نہ ہوئی
جس کو چاہا اسے اپنا نہ سکے جو ملا اس سے محبت نہ ہوئی
جس سے جب تک ملے دل ہی سے ملے دل جو بدلا تو فسانہ بدلا
رسم دنیا کو نبھانے کے لیے ہم سے رشتوں کی تجارت نہ ہوئی
دور سے تھا وہ کئی چہروں میں پاس سے کوئی بھی ویسا نہ لگا
یہ وفائی بھی اسی کا تھا چلن پھر کسی سے یہ شکایت نہ ہوئی
چھوڑ کر گھر کو کہیں جانے سے گھر میں رہنے کی عبادت تھی بڑی
جھوٹ مشہور ہوا راجا کا سچ کی سنسار میں شہرت نہ ہوئی
وقت روٹھا رہا بچے کی طرح راہ میں کوئی کھلونا نہ ملا
دوستی کی تو نبھائی نہ گئی دشمنی میں بھی عداوت نہ ہوئی
محبت میں وفاداری سے بچنے
جہاں تک ہو اداکاری سے بچنے
ہر اک صورت بھلی لگتی ہے کچھ دن
لہو کی شعیبہ کاری سے بچنے
شرافت آدمیت درد مندی
بڑے شہروں میں بیماری سے بچنے
ضروری کیا ہر اک محفل میں بیٹھیں
تکلف کی روا داری سے بچنے
بنا پیروں کے سر چلتے نہیں ہیں
بزرگوں کی سمجھ داری سے بچنے
من بیراگی تن انوراگی قدم قدم دشواری ہے
جیون جینا سہل نہ جانو بہت بڑی فن کاری ہے
اوروں جیسے ہو کر بھی ہم با عزت ہیں بستی میں
کچھ لوگوں کا سیدھا پن ہے کچھ اپنی عیاری ہے
جب جب موسم جھوما ہم نے کپڑے پہاڑے شور کیا
ہر موسم شانستہ رہنا کوری دنیا داری ہے
عیب نہیں ہے اس میں کوئی لال پری نہ پھول کلی
یہ مت پوچھو وہ اچھا ہے یا اچھی ناداری ہے
جو چہرہ دیکھا وہ توڑا نگر نگر ویران کیے
پہلے اوروں سے نا خوش تھے اب خود سے بے زاری ہے
اچھی نہیں یہ خامشی شکوہ کرو گلہ کرو
یوں بھی نہ کر سکو تو پھر گھر میں خدا خدا کرو
شہرت بھی اس کے ساتھ ہے دولت بھی اس کے ہاتھ ہے
خود سے بھی وہ ملے کبھی اس کے لیے دعا کرو
دیکھو یہ شہر ہے عجب دل بھی نہیں ہے کم غضب
شام کو گھر جو آؤں میں تھوڑا سا سچ لیا کرو
دل میں جسے بساؤ تم چاند اسے بناؤ تم
وہ جو کہے پڑھا کرو جو نہ کہے سنا کرو
میری نشست پہ بھی کل آنے گا کوئی دوسرا
تم بھی بنا کے راستہ میرے لیے جگہ کرو
کٹھ پتلی ہے یا جیون ہے جیتے جاؤ سوچو مت
سوچ سے ہی ساری الجھن ہے جیتے جاؤ سوچو مت
لکھا ہوا کردار کہانی میں ہی چلتا پھرتا ہے
کبھی بے دوری کبھی ملن ہے جیتے جاؤ سوچو مت

ناچ سکو تو ناچو جب تھک جاؤ تو آرام کرو
 ٹیڑھا کیوں گھر کا آنگن ہے جیتے جاؤ سوچو مت
 ہر مذہب کا ایک ہی کہنا جیسا مالک رکھے رہنا
 جب تک سانسوں کا بندھن ہے جیتے جاؤ سوچو مت
 گھوم رہے ہیں بازاروں میں سرمایوں کے آتش دان
 کس بھٹی میں کون ایندھن ہے جیتے جاؤ سوچو مت
 جسے دیکھتے ہی خماری لگے
 اسے عمر ساری ہماری لگے
 اجالا سا ہے اس کے چاروں طرف
 وہ نازک بدن پاؤں بھاری لگے
 وہ سسرال سے آئی ہے مانگے
 اسے جتنا دیکھو وہ پیاری لگے
 حسین صورتیں اور بھی ہیں مگر
 وہ سب سیکڑوں میں ہزاری لگے
 چلو اس طرح سے سجائیں اسے
 یہ دنیا ہماری تمہاری لگے
 اسے دیکھنا شعر گوئی کا فن
 اسے سوچنا دین داری لگے
 رات کے بعد نئے دن کی سحر آئے گی
 دن نہیں بدلے گا تاریخ بدل جائے گی
 بنستے بنستے کبھی تھک جاؤ تو چھپ کے رو لو
 یہ بنسی بھیگ کے کچھ اور چمک جائے گی
 جگمگاتی ہوئی سڑکوں پہ اکیلے نہ پھرو
 شام آئے گی کسی موڑ پہ ڈس جائے گی
 اور کچھ دیر یوں ہی جنگ سیاست مذہب
 اور تھک جاؤ ابھی نیند کہاں آئے گی
 میری غربت کو شرافت کا ابھی نام نہ دے
 وقت بدلا تو تری رائے بدل جائے گی
 وقت ندیوں کو اچھالے کہ اڑائے پریت
 عمر کا کام گزرنا ہے گزر جائے گی
 تو قریب آئے تو قربت کا یوں اظہار کروں
 اُنہ سامنے رکھ کر ترا دیدار کروں
 سامنے تیرے کروں بار کا اپنی اعلان
 اور اکیلے میں تری جیت سے انکار کروں
 پہلے سوچوں اسے پھر اس کی بناؤں تصویر
 اور پھر اس میں ہی پیدا در و دیوار کروں
 مرے قبضہ میں نہ مٹی ہے نہ بادل نہ ہوا
 پھر بھی چاہت ہے کہ ہر شاخ ثمر بار کروں
 صبح ہوتے ہی ابھر آئی ہے سالم ہو کر
 وہی دیوار جسے روز میں مسمار کروں
 نئی نئی آنکھیں ہوں تو ہر منظر اچھا لگتا ہے
 کچھ دن شہر میں گھومے لیکن اب گھر اچھا لگتا ہے
 ملنے جلنے والوں میں تو سب ہی اپنے جیسے ہیں
 جس سے اب تک ملے نہیں وہ اکثر اچھا لگتا ہے
 میرے آنگن میں آئے یا تیرے سر پر چوٹ لگے
 سنائوں میں بولنے والا پتھر اچھا لگتا ہے
 چاہت ہو یا پوجا سب کے اپنے اپنے سانچے ہیں
 جو موت میں ڈھل جائے وہ پیکر اچھا لگتا ہے
 ہم نے بھی سو کر دیکھا ہے نئے پرانے شہروں میں
 جیسا بھی ہے اپنے گھر کا بستر اچھا لگتا ہے

اس کو کھو دینے کا احساس تو کم باقی ہے
 جو ہوا وہ نہ ہوا ہوتا یہ غم باقی ہے
 اب نہ وہ چہت ہے نہ وہ زینہ نہ انگور کی بیل
 صرف اک اس کو بھلانے کی قسم باقی ہے
 میں نے پوچھا تھا سب پیڑ کے گر جانے کا
 اٹھ کے مالی نے کہا اس کی قلم باقی ہے
 جنگ کے فیصلے میدان میں کہاں ہوتے ہیں
 جب تلک حافظے باقی ہیں علم باقی ہے
 تھک کے گرتا ہے ہرن صرف شکاری کے لیے
 جسم گھائل ہے مگر آنکھوں میں رم باقی ہے
 دیکھا ہوا سا کچھ ہے تو سوچا ہوا سا کچھ
 ہر وقت میرے ساتھ ہے الجھا ہوا سا کچھ
 ہوتا ہے یوں بھی راستہ کھلتا نہیں کہیں
 جنگل سا پھیل جاتا ہے کھویا ہوا سا کچھ
 ساحل کی گیلی ریت پر بچوں کے کھیل سا
 ہر لمحہ مجھ میں بنتا بکھرتا ہوا سا کچھ
 فرصت نے آج گھر کو سجایا کچھ اس طرح
 ہر شے سے مسکراتا ہے روتا ہوا سا کچھ
 دھندلی سی ایک یاد کسی قبر کا دیا
 اور میرے آس پاس چمکتا ہوا سا کچھ
 میں اپنے اختیار میں ہوں بھی نہیں بھی ہوں
 دنیا کے کاروبار میں ہوں بھی نہیں بھی ہوں
 تیری ہی جستجو میں لگا ہے کبھی کبھی
 میں تیرے انتظار میں ہوں بھی نہیں بھی ہوں
 فہرست مرنے والوں کی قاتل کے پاس ہے
 میں اپنے ہی مزار میں ہوں بھی نہیں بھی ہوں
 اوروں کے ساتھ ایسا کوئی مسئلہ نہیں
 اک میں ہی اس دیار میں ہوں بھی نہیں بھی ہوں
 مجھ سے ہی ہے ہر ایک سیاست کا اعتبار
 پھر بھی کسی شمار میں ہوں بھی نہیں بھی ہوں
 آئے گا کوئی چل کے خزاں سے بہار میں
 صدیاں گزر گئی ہیں اسی انتظار میں
 چھڑتے ہی ساز بزم میں کوئی نہ تھا کہیں
 وہ کون تھا جو بول رہا تھا ستار میں
 یہ اور بات ہے کوئی مہکے کوئی چہے
 گلشن تو جتنا گل میں ہے اتنا ہے خار میں
 اپنی طرح سے دنیا بدلنے کے واسطے
 میرا ہی ایک گھر ہے مرے اختیار میں
 تشنہ لبی نے ریت کو دریا بنا دیا
 پانی کہاں تھا ورنہ کسی ریگ زار میں
 مصروف گورکن کو بھی شاید پتہ نہیں
 وہ خود کھڑا ہوا ہے قضا کی قطار میں
 چاند سے پھول سے یا میری زباں سے سنئے
 ہر جگہ آپ کا قصہ ہے جہاں سے سنئے
 کیا ضروری ہے کہ ہر پردہ اٹھایا جائے
 میرے حالات بھی اپنے ہی مکاں سے سنئے
 سب کو آتا نہیں دنیا کو سجا کر جینا
 زندگی کیا ہے محبت کی زباں سے سنئے
 کون پڑھ سکتا ہے پانی پہ لکھی تحریریں
 کس نے کیا لکھا ہے یہ اب رواں سے سنئے

چاند میں کیسے ہوئی قید کسی گھر کی خوشی
یہ کہانی کسی مسجد کی اداں سے سنئے
ایک ہی دھرتی ہم سب کا گھر جتنا تیرا اتنا میرا
دکھ سکھ کا یہ جنتر منتر جتنا تیرا اتنا میرا
گیہوں چاول بانٹنے والے جھوٹا تولیں تو کیا بولیں
یوں تو سب کچھ اندر بابر جتنا تیرا اتنا میرا
ہر جیوں کی وہی وراثت آنسو سہنا چاہت محنت
سانسوں کا ہر بوجھ برابر جتنا تیرا اتنا میرا
سانسیں جتنی موجیں اتنی سب کی اپنی اپنی گنتی
صدیوں کا اتہاس سمندر جتنا تیرا اتنا میرا
خوشیوں کے بٹوارے تک ہی اونچے نیچے آگے پیچھے
دنیا کے مٹ جانے کا ڈر جتنا تیرا اتنا میرا
سفر کو جب بھی کسی داستان میں رکھنا
قدم یقین میں منزل گمان میں رکھنا
جو ساتھ ہے وہی گھر کا نصیب ہے لیکن
جو کھو گیا ہے اسے بھی مکان میں رکھنا
جو دیکھتی ہیں نگاہیں وہی نہیں سب کچھ
یہ احتیاط بھی اپنے بیان میں رکھا
وہ ایک خواب جو چہرہ کبھی نہیں بنتا
بنا کے چاند اسے آسمان میں رکھنا
چمکنے چاند ستاروں کا کیا بھروسہ ہے
زمین کی دھول بھی اپنی اڑان میں رکھنا
یہ جو پھیلا ہوا زمانہ ہے
اس کا رقبہ غریب خانہ ہے
کوئی منظر سدا نہیں رہتا
ہر تعلق مسافرانہ ہے
دیس پردیس کیا پرندوں کا
آب و دانہ ہی اشیانہ ہے
کیسی مسجد کہاں کا بت خانہ
ہر جگہ اس کا آستانہ ہے
عشق کی عمر کم ہی ہوتی ہے
باقی جو کچھ ہے دوستانہ ہے
جو بھلا ہے اسے برا مت کر
خود سے بھی بار بار ملا مت کر
یہ ہے بستی اداس لوگوں کی
قمقمہ مار کر بنسا مت کر
باغ ہے دل فریب دونوں سے
پھول کو خار سے جدا مت کر
روز کی لعن طعن ٹھیک نہیں
گھر میں آئینے کو رکھا مت کر
چہرہ مہرہ بدلتا رہتا ہے
اتنی جلدی بھی فیصلہ مت کر
جانے والوں سے رابطہ رکھنا
دوستو رسم فاتحہ رکھنا
گھر کی تعمیر چاہے جیسی ہو
اس میں رونے کی کچھ جگہ رکھنا
مسجدیں ہیں نمازیوں کے لیے
اپنے گھر میں کہیں خدا رکھنا
جسم میں پھیلنے لگا ہے شہر
اپنی تنہائیاں بچا رکھنا

ملنا جلنا جہاں ضروری ہے
 ملنے جلنے کا حوصلہ رکھنا
 عمر کرنے کو ہے پچاس کو پار
 کون ہے کس جگہ پتا رکھنا
 زمیں دی ہے تو تھوڑا سا آسمان بھی دے
 مرے خدا مرے ہونے کا کچھ گماں بھی دے
 بنا کے بت مجھے بینائی کا عذاب نہ دے
 یہ ہی عذاب ہے قسمت تو پھر زباں بھی دے
 یہ کائنات کا پھیلاؤ تو بہت کم ہے
 جہاں سما سکے تنہائی وہ مکاں بھی دے
 میں اپنے آپ سے کب تک کیا کروں باتیں
 مری زباں کو بھی کوئی ترجمان بھی دے
 فلک کو چاند ستارے نوازنے والے
 مجھے چراغ جلانے کو سائیاں بھی دے
 جتنی بری کہی جاتی ہے اتنی بری نہیں ہے دنیا
 بچوں کے اسکول میں شاید تم سے ملی نہیں ہے دنیا
 چار گھروں کے ایک محلے کے باہر بھی ہے آبادی
 جیسی تمہیں دکھائی دی ہے سب کی وہی نہیں ہے دنیا
 گھر میں ہی مت اسے سجاؤ ادھر ادھر بھی لے کے جاؤ
 یوں لگتا ہے جیسے تم سے اب تک کھلی نہیں ہے دنیا
 بھاگ رہی ہے گیند کے پیچھے جاگ رہی ہے چاند کے نیچے
 شور بھرے کالے نعروں سے اب تک ڈری نہیں ہے دنیا
 کسی بھی شہر میں جاؤ کہیں قیام کرو
 کوئی فضا کوئی منظر کسی کے نام کرو
 دعا سلام ضروری ہے شہر والوں سے
 مگر اکیلے میں اپنا بھی احترام کرو
 ہمیشہ امن نہیں ہوتا فاختاؤں میں
 کبھی کبھار عقابوں سے بھی کلام کرو
 ہر ایک بستی بدلتی ہے رنگ روپ کئی
 جہاں بھی صبح گزارو ادھر ہی شام کرو
 خدا کے حکم سے شیطان بھی ہے آدم بھی
 وہ اپنا کام کرے گا تم اپنا کام کرو
 کچھ دنوں تو شہر سارا اجنبی سا ہو گیا
 پھر ہوا یوں وہ کسی کی میں کسی کا ہو گیا
 عشق کر کے دیکھے اپنا تو یہ ہے تجربہ
 گھر محلہ شہر سب پہلے سے اچھا ہو گیا
 قبر میں حق گوئی باہر منقبت قوالیاں
 آدمی کا آدمی ہونا تماشہ ہو گیا
 وہ ہی مورت وہ ہی صورت وہ ہی قدرت کی طرح
 اس کو جس نے جیسا سوچا وہ بھی ویسا ہو گیا
 چابتیں موسمی پرندے ہیں رت بدلتے ہی لوٹ جاتے ہیں
 گھونسلے بن کے ٹوٹ جاتے ہیں داغ شاخوں پہ چہچہاتے ہیں
 آنے والے بیاض میں اپنی جانے والوں کے نام لکھتے ہیں
 سب ہی اوروں کے خالی کمروں کو اپنی اپنی طرح سجاتے ہیں
 موت اک واہمہ ہے نظروں کا ساتھ چھٹتا کہاں ہے اپنوں کا
 جو زمیں پر نظر نہیں آتے چاند تاروں میں جگمگاتے ہیں
 یہ مصور عجیب ہوتے ہیں آپ اپنے حبیب ہوتے ہیں
 دوسروں کی شبائیں لے کر اپنی تصویر ہی بناتے ہیں
 یوں ہی چلتا ہے کاروبار جہاں ہے ضروری ہر ایک چیز یہاں
 جن درختوں میں پھل نہیں آتے وہ جلانے کے کام آتے ہیں

یوں لگ رہا ہے جیسے کوئی آس پاس ہے
وہ کون ہے جو ہے بھی نہیں اور اداس ہے
ممکن ہے لکھنے والے کو بھی یہ خبر نہ ہو
قصے میں جو نہیں ہے وہی بات خاص ہے
مانے نہ مانے کوئی حقیقت تو ہے یہی
چرخہ ہے جس کے پاس اسی کی کپاس ہے
اتنا بھی بن سنور کے نہ نکلا کرے کوئی
لگتا ہے ہر لباس میں وہ ہے لباس ہے
چھوٹا بڑا ہے پانی خود اپنے حساب سے
اتنی ہی ہر ندی ہے یہاں جتنی پیاس ہے
یہ نہ پوچھو کہ واقعہ کیا ہے
کس کی نظروں کا زاویہ کیا ہے
سب ہیں مصروف کون بتلائے
آدمی کا اتنا پتا کیا ہے
چلتا جاتا ہے کاروان حیات
ابتدا کیا ہے انتہا کیا ہے
جو کتابوں میں ہے وہ سب کا ہے
تو بتا تیرا تجربہ کیا ہے
کون رخصت ہوا خدائی سے
ہر طرف یہ خدا خدا کیا ہے
اٹھ کے کپڑے بدل گھر سے باہر نکل جو ہوا سو ہوا
رات کے بعد دن آج کے بعد کل جو ہوا سو ہوا
جب تلک سانس ہے بھوک ہے پیاس ہے یہ ہی اتھاس ہے
رکھ کے کاندھے پہ بل کھیت کی اور چل جو ہوا سو ہوا
خون سے تر بہ تر کر کے ہر رہ گزر تھک چکے جانور
لکڑیوں کی طرح پھر سے چولہے میں جل جو ہوا سو ہوا
جو مرا کیوں مرا جو لٹا کیوں لٹا جو جلا کیوں جلا
مدتوں سے ہیں غم ان سوالوں کے حل جو ہوا سو ہوا
مندروں میں بھجن مسجدوں میں اذان آدمی ہے کہاں
آدمی کے لئے ایک تازہ غزل جو ہوا سو ہوا
بندرابن کے کرشن کنھیا اللہ ہو
بنسی رادھا گیتا گیا اللہ ہو
تھوڑے تھوڑے دانے تھوڑا جل
ایک ہی جیسی ہر گوریا اللہ ہو
جیسا جس کا برتن ویسا اس کا تن
گھٹتی بڑھتی گنگا میا اللہ ہو
ایک ہی دریا نیلا پیلا لال برا
اپنی اپنی سب کی نیا اللہ ہو
مولویوں کا سجدہ پنڈت کی پوجا
مزدوروں کی بیا بیا اللہ ہو
کچے بخیے کی طرح رشتے ادھڑ جاتے ہیں
لوگ ملتے ہیں مگر مل کے بچھڑ جاتے ہیں
یوں ہوا دوریاں کم کرنے لگے تھے دونوں
روز چلنے سے تو رستے بھی اکھڑ جاتے ہیں
چھانو میں رکھ کے ہی پوجا کرو یہ موم کے بت
دھوپ میں اچھے بھلے نقش بگڑ جاتے ہیں
بھیڑ سے کٹ کے نہ بیٹھا کرو تنہائی میں
بے خیالی میں کئی شہر اجڑ جاتے ہیں
جب بھی کسی نے خود کو صدا دی
سناٹوں میں آگ لگا دی

مٹی اس کی پانی اس کا
جیسی چابی شکل بنا دی
چھوٹا لگتا تھا افسانہ
میں نے تیری بات بڑھا دی
جب بھی سوچا اس کا چہرہ
اپنی ہی تصویر بنا دی
تجھ کو تجھ میں ڈھونڈ کے ہم نے
دنیا تیری شان بڑھا دی
راکشس تھا نہ خدا تھا پہلے
آدمی کتنا بڑا تھا پہلے
آسمان کھیت سمندر سب لال
خون کاغذ پہ اگا تھا پہلے
میں وہ مقتول جو قاتل نہ بنا
باتھ میرا بھی اٹھا تھا پہلے
اب کسی سے بھی شکایت نہ رہی
جانے کس کس سے گلا تھا پہلے
شہر تو بعد میں ویران ہوا
میرا گھر خاک ہوا تھا پہلے
وہ خوش لباس بھی خوش دل بھی خوش ادا بھی ہے
مگر وہ ایک ہے کیوں اس سے یہ گلہ بھی ہے
ہمیشہ مندر و مسجد میں وہ نہیں رہتا
سنا ہے بچوں میں چھپ کر وہ کھیلتا بھی ہے
نہ جانے ایک میں اس جیسے اور کتنے ہیں
وہ جتنا پاس ہے اتنا ہی وہ جدا بھی ہے
وہی امیر جو روزی رساں ہے عالم کا
فقیر بن کے کبھی بھیک مانگتا بھی ہے
اکیلا ہوتا تو کچھ اور فیصلہ ہوتا
مری شکست میں شامل مری دعا بھی ہے
جانے والوں سے رابطہ رکھنا
دوستو رسم فاتحہ رکھنا
گھر کی تعمیر چاہے جیسی ہو
اس میں رونے کی کچھ جگہ رکھنا
مسجدیں ہیں نمازیوں کے لیے
اپنے گھر میں کہیں خدا رکھنا
جسم میں پھیلنے لگا ہے شہر
اپنی تنہائیاں بچا رکھنا
عمر کرنے کو ہے پچاس کو پار
کون ہے کس جگہ پتہ رکھنا
کسی سے خوش ہے کسی سے خفا خفا سا ہے
وہ شہر میں ابھی شاید نیا نیا سا ہے
نہ جانے کتنے بدن وہ پہن کے لیٹا ہے
بہت قریب ہے پھر بھی چھپا چھپا سا ہے
سلگتا شہر ندی خون کب کی باتیں ہیں
کہیں کہیں سے یہ قصہ سنا سنا سا ہے
سروں کے سینگ تو جنگل کی دین بوتے ہیں
وہ آدمی تو ہے لیکن ڈرا ڈرا سا ہے
کچھ اور دھوپ تو ہو اوس سوکھ جانے تک
وہ پیڑ اب کے برس بھی برا برا سا ہے
کوئی نہیں ہے آنے والا پھر بھی کوئی آنے کو ہے
آتے جاتے رات اور دن میں کچھ تو جی بہلانے کو ہے

چلو یہاں سے اپنی اپنی شاخوں پہ لوٹ آئے پرندے
 بھولی بسری یادوں کو پھر تنہائی دہرائے کو بے
 دو دروازے ایک حویلی آمد رخصت ایک پہیلی
 کوئی جا کر آئے کو بے کوئی آ کر جانے کو بے
 دن بھر کا ہنگامہ سارا شام ڈھلے پھر بستر پیارا
 میرا رستم ہو یا تیرا ہر رستم گھر جانے کو بے
 آبادی کا شور شرابہ چھوڑ کے ڈھونڈو کوئی خرابہ
 تنہائی پھر شمع جلا کر کوئی حرف سنانے کو بے
 نشہ نشہ کے لئے بے عذاب میں شامل
 کسی کی یاد کو کیجے شراب میں شامل
 ہر اک تلاش یہاں فاصلوں سے روشن ہے
 حقیقتیں کہاں ہوتی ہیں خواب میں شامل
 وہ تم نہیں ہو تو پھر کون تھا وہ تم جیسا
 کسی کا ذکر تو تھا ہر کتاب میں شامل
 ہمیں بھی شوق ہے اپنی طرف سے جینے کا
 ہمارا نام بھی کیجے عتاب میں شامل
 اکیلے کمرے میں گلدان بولتے کب ہیں
 تمہارے ہونٹ ہیں شاید گلاب میں شامل
 زمین روز کہاں معجزہ دکھاتی ہے
 مری نگاہ بھی ہوگی نقاب میں شامل
 اسی کا نام ہے نغمہ اسی کا نام غزل
 وہ اک سکون جو ہے اضطراب میں شامل
 تیرا سچ ہے ترے عذابوں میں
 جھوٹ لکھا ہے سب کتابوں میں
 ایک سے مل کے سب سے مل لیجے
 آج ہر شخص ہے نقابوں میں
 تیرا ملنا ترا نہیں ملنا
 ایک رستم کئی سراہوں میں
 ان کی ناکامیوں کو بھی گنیے
 جن کی شہرت ہے کامیابوں میں
 روشنی تھی سوال کی حد تک
 ہر نظر کھو گئی جوابوں میں
 نیل گگن میں تیر رہا ہے اجلا اجلا پورا چاند
 ماں کی لوری سا بچے کے دودھ کٹورے جیسا چاند
 منی کی بھولی باتوں سی چٹکیں تاروں کی کلیاں
 پیو کی خاموشی شرارت سا چھپ چھپ کر ابھرا چاند
 مجھ سے پوچھو کیسے کاٹی میں نے پریت جیسی رات
 تم نے تو گودی میں لے کر گھنٹوں چوما ہوگا چاند
 پردیسی سونی آنکھوں میں شعلے سے لہراتے ہیں
 بہابی کی چھڑیوں سا بادل آپا کی چٹکی سا چاند
 تم بھی لکھنا تم نے اس شب کتنی بار پیا پانی
 تم نے بھی تو چھجے اوپر دیکھا ہوگا پورا چاند
 دکھ میں نیر بہا دیتے تھے سکھ میں بنسنے لگتے تھے
 سیدھے سادے لوگ تھے لیکن کتنے اچھے لگتے تھے
 نفرت چڑھتی آندھی جیسی پیار ابلتے چشموں سا
 بیری ہوں یا سنگی ساتھی سارے اپنے لگتے تھے
 بہتے پانی دکھ سکھ بانٹیں پیڑ بڑے بوڑھوں جیسے
 بچوں کی ابٹ سنتے ہی کھیت لہکنے لگتے تھے
 ندیا پریت چاند نگاہیں مالا ایک کئی دانے
 چھوٹے چھوٹے سے انگن بھی کوسوں پہیلے لگتے تھے

ہر اک رستہ اندھیروں میں گہرا ہے
 محبت اک ضروری حادثہ ہے
 گرجتی آندھیاں ضائع ہوئی ہیں
 زمیں پہ ٹوٹ کے آنسو گرا ہے
 نکل آئے کدھر منزل کی دھن میں
 یہاں تو راستہ ہی راستہ ہے
 دعا کے ہاتھ پتھر ہو گئے ہیں
 خدا ہر ذہن میں ٹوٹا پڑا ہے
 تمہارا تجربہ شاید الگ ہو
 مجھے تو علم نے بھٹکا دیا ہے
 تنہا ہوئے خراب ہوئے اُنہم ہوئے
 چاہا تھا آدمی بنیں لیکن خدا ہوئے
 جب تک جیسے بکھرتے رہے ٹوٹتے رہے
 ہم سانس سانس قرض کی صورت ادا ہوئے
 ہم بھی کسی کمان سے نکلے تھے تیر سے
 یہ اور بتا ہے کہ نشانے خطا ہوئے
 پر شور راستوں سے گزرنا محال تھا
 ہٹ کر چلے تو آپ ہی اپنے سزا ہوئے
 کالا امیر پیلی دھرتی یا اللہ
 با ہا ہے ہے ہی ہی ہی یا اللہ
 کرگل اور کشمیر ہی تیرے نام ہوں کیوں
 بھائی بہن محبوبہ بیٹی یا اللہ
 پیر پیمر کو اب اور نہ زحمت دے
 چولہا چکی روٹی سبزی یا اللہ
 گھی مصری بھی بھیج کبھی اخباروں میں
 کئی دنوں سے چائے بے کڑوی یا اللہ
 تو ہی پھول ستارا ساون بریالی
 اور کبھی تو ناگا ساکی یا اللہ
 وقت بنجارا صفت لمحہ ہم لمحہ اپنا
 کس کو معلوم یہاں کون ہے کتنا اپنا
 جو بھی چاہے وہ بنا لے اسے اپنے جیسا
 کسی آئینے کا ہوتا نہیں چہرہ اپنا
 خود سے ملنے کا چلن عام نہیں ہے ورنہ
 اپنے اندر ہی چھپا ہوتا ہے رستہ اپنا
 یوں بھی ہوتا ہے وہ خوبی جو ہے ہم سے منسوب
 اس کے ہونے میں نہیں ہوتا ارادہ اپنا
 خط کے آخر میں سبھی یوں ہی رقم کرتے ہیں
 اس نے رسماً ہی لکھا ہوگا تمہارا اپنا
 کوئی ہنگامہ اٹھایا جانے
 بے سبب شور مچایا جانے
 کس کے آنگن میں نہیں دیواریں
 کس کو جنگل میں بلایا جانے
 اس سے دو چار بار اور ملیں
 جس کو دل سے نہ بھلایا جانے
 مر گیا سانپ ندی خشک ہوئی
 ریت کا ڈھیر اٹھایا جانے
 کوئی کسی کی طرف ہے کوئی کسی کی طرف
 کہاں ہے شہر میں اب کوئی زندگی کی طرف
 سبھی کی نظروں میں غائب تھا جو وہ حاضر تھا
 کسی نے رک کے نہیں دیکھا آدمی کی طرف

تمام شہر کی شمعیں اسی سے روشن تھیں
کبھی اجالا بہت تھا کسی گلی کی طرف
کبھی کی بھوک ہو کر کھیت اس کا اپنا ہے
کبھی کی پیاس ہو جائے گی وہ ندی کی طرف
نہ نکلے خیر سے علامہ قول سے باہر
یگانہ ٹوٹ گئے جب چلے خودی کی طرف
ذہانتوں کو کہاں کرب سے فرار ملا
جسے نگاہ ملی اس کو انتظار ملا
وہ کوئی راہ کا پتھر ہو یا حسیں منظر
جہاں بھی راستہ ٹھہرا وہیں مزار ملا
کوئی پکار رہا تھا کھلی فضاؤں سے
نظر اٹھائی تو چاروں طرف حصار ملا
ہر ایک سانس نہ جانے تھی جستجو کس کی
ہر اک دیار مسافر کو ہے دیار ملا
یہ شہر ہے کہ نمائش لگی ہوئی ہے کوئی
جو آدمی بھی ملا بن کے اشتہار ملا
ہر چمکتی قربت میں ایک فاصلہ دیکھوں
کون آنے والا ہے کس کا راستہ دیکھوں
شام کا دھندلکا ہے یا اداس ممٹا ہے
بھولی بسری یادوں سے پھوٹی دعا دیکھوں
مسجدوں میں سجدوں کی مشعلیں بوئیں روشن
ہے چراغ گلیوں میں کھیلتا خدا دیکھوں
لہر لہر پانی میں ڈوبتا ہوا سورج
کون مجھ میں در آیا اٹھ کے آنا دیکھوں
لہلہاتے موسم میں تیرا ذکر شادابی
شاخ شاخ پر تیرے نام کو برا دیکھوں
ٹھہرے جو کہیں آنکھ تماشا نظر آئے
سورج میں دھواں چاند میں صحرا نظر آئے
رفتار سے تابندہ امیدوں کے جھروکے
ٹھہروں تو ہر اک سمت اندھیرا نظر آئے
سانچوں میں ڈھلے قہقہے سوچی ہوئی باتیں
ہر شخص کے کاندھوں پہ جنازہ نظر آئے
ہر راہ گزر راستہ بھولا ہوا بالک
ہر ہاتھ میں مٹی کا کھلونا نظر آئے
کھوئی ہیں ابھی میں کے دھندلکوں میں نگاہیں
بٹ جائے یہ دیوار تو دنیا نظر آئے
جس سے بھی ملیں جھک کے ملیں بنس کے ہوں رخصت
اخلاق بھی اس شہر میں پیشہ نظر آئے
تلاش کر نہ زمیں آسمان سے باہر
نہیں ہے راہ کوئی اس مکان سے باہر
بس ایک دو ہی قدم اور تھے سفر والے
تھکان دیکھ نہ پائی تھکان سے باہر
نصاب درجہ بہ درجہ یوں ہی بدلتا ہے
ہوا نہ کوئی بھی اس امتحان سے باہر
اسی کی جستجو اکثر اداس کرتی ہے
وہ اک جہاں جو ہے ہر جہاں سے باہر
نمازیوں سے کہو دیکھیں چاند سورج کو
نکل رہے ہیں مؤذن اذان سے باہر
میری تیری دوریاں ہیں اب عبادت کے خلاف
ہر طرف ہے فوج آرائی محبت کے خلاف

حرف سرمد خون دارا کے علاوہ شہر میں
 کون ہے جو سر اٹھائے بادشاہت کے خلاف
 پہلے جیسا ہی دکھی ہے آج بھی بوڑھا کبیر
 کوئی آیت کا مخالف کوئی مورت کے خلاف
 میں بھی چپ ہوں تو بھی چپ ہے بات یہ سچ ہے مگر
 ہو رہا ہے جو بھی وہ تو ہے طبیعت کے خلاف
 مدتوں کے بعد دیکھا تھا اسے اچھا لگا
 دیر تک بنستا رہا وہ اپنی عادت کے خلاف
 کوئی کسی سے خوش ہو اور وہ بھی باربا ہو یہ بات تو غلط ہے
 رشتہ لباس بن کر میلا نہیں ہوا ہو یہ بات تو غلط ہے
 وہ چاند رہ گزر کا ساتھی جو تھا سفر تھا معجزہ نظر کا
 ہر بار کی نظر سے روشن وہ معجزہ ہو یہ بات تو غلط ہے
 ہے بات اس کی اچھی لگتی ہے دل کو سچی پھر بھی ہے تھوڑی کچی
 جو اس کا حادثہ ہے میرا بھی تجربہ ہو یہ بات تو غلط ہے
 دریا ہے بہتا پانی ہر موج ہے روانی رکتی نہیں کہانی
 جتنا لکھا گیا ہے اتنا ہی واقعہ ہو یہ بات تو غلط ہے
 یہ یگ ہے کاروباری ہر شے ہے اشتہاری راجہ ہو یا بھکاری
 شہرت ہے جس کی جتنی اتنا ہی مرتبہ ہو یہ بات تو غلط ہے
 دعا سلام میں لپٹی ضرورتیں مانگے
 قدم قدم پر یہ بستی تجارتیں مانگے
 کہاں ہر ایک کو آتی ہے راس بریادی
 نئے سفر کی مسافت ذہانتیں مانگے
 چمکتے کپڑے مہکتا خلوص پختہ مکاں
 ہر ایک بزم میں عزت حفاظتیں مانگے
 کوئی دھماکا کوئی چیخ کوئی ہنگامہ
 لہو بدن کا لہو کی شبابتیں مانگے
 کوئی نہ ہو مرے ترے علاوہ بستی میں
 کبھی کبھی یہی جذبہ رقابتیں مانگے
 پھر گویا ہوئی شام پرندوں کی زبانی
 آؤ سنیں مٹی سے ہی مٹی کی کہانی
 واقف نہیں اب کوئی سمندر کی زباں سے
 صدیوں کی مسافت کو سناتا تو ہے پانی
 اترے کوئی مہتاب کم کشتی ہو تہہ آب
 دریا میں بدلتی نہیں دریا کی روانی
 کہتا ہے کوئی کچھ تو سمجھتا ہے کوئی کچھ
 لفظوں سے جدا ہو گئے لفظوں کے معانی
 اس بار تو دونوں تھے نئی راہوں کے راہی
 کچھ دور ہی ہم راہ چلیں یادیں پرانی
 ہوئے سب کے جہاں میں ایک جب اپنا جہاں اور ہم
 مسلسل لڑتے رہتے ہیں زمین و آسمان اور ہم
 کبھی آکاش کے تارے زمین پر بولتے بھی تھے
 کبھی ایسا بھی تھا جب ساتھ تھیں تنہائیاں اور ہم
 سیبھی اک دوسرے کے دکھ میں سکھ میں روتے بنستے تھے
 کبھی تھے ایک گھر کے چاند سورج ندیاں اور ہم
 مورخ کی قلم کے چند لفظوں سی ہے یہ دنیا
 بدلتی ہے ہر اک یگ میں ہماری داستان اور ہم
 درختوں کو برا رکھنے کے ذمے دار تھے دونوں
 جو سچ پوچھو برابر کے ہیں مجرم باغباں اور ہم

Poet: Nida Fazli